اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 265:

سلسلہ دینی عقائد نمبر 10:

مسئلہ اِستعانت اور توسُّل کی حقیقت

اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرنے اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کی تفصیل

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مسئلہ استعانت :

عقیدہ توحید کا ایک اہم جُز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جائے، اسی کو حاجت روا تسلیم کیا جائے، دعائیں اسی سے مانگی جائیں اور مرادیں اسی کے در پہ پیش کی جائیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد طلب نہ کی جائے اور نہ ہی حاجتوں میں اس کو پکارا جائے۔ اس کو مسئلہ استعانت کہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورتِ فاتحہ آیت نمبر 5 میں فرماتے ہیں کہ :

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞

ترجمہ : (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت میں بندے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اس آیت سے دو بنیادی باتیں معلوم ہوئیں :

- عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جائے گی۔
- استعانت اور مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے گی۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور سے مدد، دعا، حاجت اور مراد مانگنا ناجائز بلکہ شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

مسئلہ استعانت کا حقیقی مفہوم :

بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ بہت سے کاموں میں تو ہم بندوں سے بھی مدد اور تعاون مانگ لیتے ہیں تو کیا وہ بھی شرک ہے ؟ تو واضح رہے کہ کسی مخلوق سے مدد مانگنے کی دو قسمیں ہیں :

1۔ ایک قسم یہ ہے کہ ماتحت الاَسباب یعنی مادّی اسباب کے تحت کسی بندے سے مدد طلب کرنا، یعنی ایسے امور میں مدد طلب کرنا جو مخلوق کے بس میں ہوں، جیسے : کسی انسان سے کہا جائے کہ میرے ساتھ یہ سامان گھر تک پہنچا دیجیے، یا مجھے پانی پلا دیجیے، یا مجھے کھانا کھلا دیجیے۔ ایسے کام چوں کہ مخلوق کے بس میں ہوتے ہیں اس لیے

ایسے کاموں میں کسی مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز ہے، یہ آیت میں مذکور مسئلہ استعانت کے خلاف نہیں، اور نہ ہی یہ شرک ہے۔

2۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مافوق الاَسباب یعنی مادّی اسباب سے ہٹ کر کسی مخلوق سے مدد طلب کرنا یعنی ایسے کاموں میں مدد طلب کرنا جو انسان کے بس میں نہیں اور نہ ہی وہ کسی مادی اسباب کے تحت آتے ہیں، جیسے: کسی پیر سے اولاد مانگنا، یا شفا مانگنا وغیرہ، کہ یہ کام مخلوق کے بس میں نہیں، یہ در حقیقت شرک ہے جو کہ مسئلہ استعانت کے خلاف ہے۔

استعانت کے حقیقی مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے ذیل میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن سے مذکورہ آیت کی تفسیر ذکر کی جاتی ہے جس سے ان شاءاللہ بہت سی باتیں واضح ہو سکیں گی۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

استعانت کے معنی کی تشریح اور مسئلہ توسُّل کی تحقیق:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے معنی مفسّرُ القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتے۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

بعض سلف صالحین نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ پورے قرآن کا راز (خلاصہ) ہے، اور آیتِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پوری سورتِ فاتحہ کا راز (خلاصہ) ہے کیونکہ اس کے پہلے جملے میں شرک سے بری ہونے کا اعلان ہے، اور دوسرے جملے میں اپنی قوت و قدرت سے بری ہونے کا اظہار ہے کہ بندہ عاجز بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتا، جس کا نتیجہ اپنے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے جس کی ہدایت قرآن کریم میں جابجا آئی ہے: فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود:123)، قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (سورۃ ملک:29)، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (مزمل:9)

ان تمام آیات کا حاصل یہی ہے کہ مؤمن اپنے ہر عمل میں اعتماد اور بھروسہ نہ اپنی قابلیت پر کرے، نہ کسی دوسرے کی مدد پر، بلکہ کلّی اعتماد صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہیے، وہی کار سازِ مطلق ہے۔

اس سے دو مسئلے اصولِ عقائد کے ثابت ہوئے:

اول یہ کہ: اللہ کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں، اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا حرام اور ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ عبادت کے معنی اوپر معلوم ہو چکے ہیں کہ کسی ذات کی انتہائی عظمت و محبت کی بنا پر اس کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی اور تذلّل کا اظہار ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے تو یہی شرک کہلاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شرک صرف اسی کو نہیں کہتے کہ بت پرستوں کی طرح کسی پتھر کی مورتی وغیرہ کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھے بلکہ کسی کی عظمت، محبت، اطاعت کو وہ درجہ دینا جو اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے یہ بھی شرک جلی میں داخل ہے، قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کے شرک کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (التوبہ: 31) (یعنی ان لوگوں نے اپنے دینی عالموں کو اپنا رب بنالیا ہے۔) حضرت عدی بن حاتم جو مسلمان ہونے سے پہلے نصرانی تھے، انہوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: ہم تو اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے، پھر قرآن میں ان کو معبود بنانے کا الزام ہم پر کیسے لگایا گیا؟ آپ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے علماء بہت سی ایسی چیزوں کو حرام قرار دیدیتے ہیں جن کو اللہ نے حلال کیا ہے اور تم اپنے علماء کے کہنے پر ان کو حرام ہی سمجھتے ہو؟ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تمہارے علماء ان کو حلال کر دیتے ہیں تو تم ان کے کہنے کا اتباع کر کے حلال کر لیتے ہو؟ عدی بن حاتم نے عرض کیا کہ بیشک ایسا تو ہے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہی تو ان کی عبادت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف حق تعالیٰ کا ہے جو شخص اس میں کسی دوسرے کو شریک قرار دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام حرام و حلال معلوم ہونے کے باوجود ان کے خلاف کسی دوسرے کے قول کو واجبُ الاتّباع سمجھے وہ گویا اس کی عبادت کرتا ہے اور شرک میں مبتلا ہے۔ عام

مسلمان جو قرآن وسنت کو براہ راست سمجھنے کی اور ان سے احکام شرعیہ نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے کسی امام مجتہد، یا عالم ومفتی کے قول پر اعتماد کر کے عمل کرتے ہیں اس کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ در حقیقت قرآن وسنت ہی پر عمل ہے اور احکام خداوندی ہی کی اطاعت ہے اور خود قرآن کریم نے اس کی ہدایت فرمائی ہے: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: 43) یعنی اگر تم خود احکامِ آلٰہیہ کو نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو،اور جس طرح احکامِ حلال وحرام میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شریک کرنا شرک ہے اسی طرح کسی کے نام کی نذر (منت) ماننا بھی شرک میں داخل ہے،اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس سے دعا مانگنا بھی شرک ہے کیونکہ حدیث میں دعا کو عبادت فرمایا گیا ہے،اسی طرح ایسے اعمال وافعال جو علاماتِ شرک سمجھے جاتے ہیں ان کا ارتکاب بھی بحکمِ شرک ہے جیسے حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا کہ (مسلمان ہونے کے بعد) میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے گلے میں صلیب پڑی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بت کو اپنے گلے سے نکال دو۔اگرچہ اس وقت عدی بن حاتم کا عقیدہ صلیب کے متعلق وہ نہ تھا جو نصرانیوں کا ہوتا ہے مگر ظاہری طور پر بھی علامتِ شرک سے اجتناب کو ضروری سمجھ کر یہ ہدایت کی گئی۔

افسوس کے آجکل ہزاروں مسلمان ریڈ کراس کا صلیبی نشان لگائے ہوئے پھرتے ہیں اور کوئی پروا نہیں کرتے کہ بلاوجہ ایک مشرکانہ جرم کے مرتکب ہورہے ہیں،اسی طرح کسی کو رکوع، سجدہ کرنا، یابیت اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کے گرد طواف کرنا؛ یہ سب علاماتِ شرک ہیں جن سے اجتناب اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے اقرار یاحلفِ وفاداری کا جُز ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ استعانت اور استغاثہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا ہے، کسی دوسرے سے جائز نہیں۔

مسئلہ استعانت وتوسل کی تحقیق اوراحکام کی تفصیل:

یہ دوسرا مسئلہ کسی سے مدد مانگنے کا ذرا تشریح طلب ہے کیونکہ ایک مدد تو مادّی اسباب کے ماتحت ہر انسان دوسرے انسان سے لیتا ہے، اس کے بغیر اس دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا، صنعت کار اپنی صنعت کے ذریعہ ساری مخلوق کی خدمت کرتا ہے، مزدور، معمار، بڑھئی، لوہار سب مخلوق کی مدد میں لگے ہوئے ہیں اور ہر شخص ان سے مدد مانگنے پر مجبور ہے، ظاہر ہے کہ یہ کسی دین اور شریعت میں ممنوع نہیں، وہ اس استعانت میں داخل نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی طرح غیر مادّی اسباب کے ذریعہ کسی نبی یا ولی سے دعا کرنے کی مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ دے کر براہِ راست اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا روایاتِ حدیث اور اشاراتِ قرآن سے اس کا بھی جواز ثابت ہے، وہ بھی اس استعانت میں داخل نہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص اور غیر اللہ کے لیے حرام وشرک ہے۔

اب وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور غیر اللہ کے لیے شرک ہے کونسی ہے؟ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں، اپنے بتوں، دیوتاؤں کو بالکل خدا تعالیٰ کی مثل قادر مطلق اور مختار مطلق یہ کفار بھی نہیں مانتے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہیں اور قرآن کریم اور اسلام اس کو باطل وشرک قرار دیتا ہے، **وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت وامداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگرچہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کامل اختیارات اسی کے ہیں لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اس کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

اس معاملے میں دھوکہ یہاں سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے فرشتوں کے ہاتھوں دنیوی نظام کے بہت سے کام جاری کرتے ہیں، دیکھنے والا اس مغالطے میں پڑ سکتا ہے کہ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار سپرد کر دیا ہے، یا انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بہت سے ایسے کام وجود میں آتے ہیں جو عام انسانوں کی قدرت سے خارج ہیں جن کو معجزات کہا جاتا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے ذریعے بھی ایسے ہی بہت سے کام وجود میں آتے ہیں جن کو کرامات کہا جاتا ہے، یہاں سرسری نظر والوں کو یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کاموں کی قدرت واختیار ان کو سپرد نہ کرتا تو ان کے ہاتھ سے یہ کیسے وجود میں آتے؟ اس سے وہ ان انبیاء واولیاء کے ایک درجے میں مختار کار ہونے کا عقیدہ بنا لیتے ہیں، حالانکہ حقیقت یوں نہیں بلکہ معجزات اور کرامات براہِ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، صرف اس کا ظہور پیغمبر یا ولی کے ہاتھوں پر ان کی عظمت ثابت کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، پیغمبر اور ولی کو اس کے وجود میں لانے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، قرآن مجید کی بیشمار آیات اس پر شاہد ہیں مثلاً: آیت: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17) میں رسول اللہ ﷺ کے اس معجزے کا ذکر ہے جس میں آپ نے دشمن کے لشکر کی طرف ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ سارے لشکر کی آنکھوں میں جا لگیں، اس کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی، جس سے معلوم ہوا کہ معجزہ جو نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے صادر ہوتا ہے وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں وہ بلا لیجیے تو انہوں نے فرمایا: اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ (ہود: 33) یعنی معجزہ کے طور پر آسمانی عذاب نازل کرنا میرے قبضے میں نہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو یہ عذاب آجائے گا پھر تم اس سے بھاگ نہ سکو گے۔

سورۃ ابراہیم میں انبیاء ورسل کی ایک جماعت کا یہ قول ذکر فرمایا ہے: وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (ابراہیم: 11) یعنی کسی معجزہ کا صادر کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن ومشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے کوئی پیغمبر یا کوئی ولی جب چاہے جو چاہے معجزہ یا کرامت دکھا دے

یہ قطعاً کسی کے بس میں نہیں، رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء سے بہت سے معیّن معجزات کا مطالبہ مشرکین نے کیا مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا ظاہر کر دیا، جس کو نہ چاہا نہیں ہوا، پورا قرآن اس کی شہادتوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایک محسوس مثال سے اس کو یوں سمجھ لیجیے کہ آپ جس کمرے میں بیٹھے ہیں اس میں بجلی کی روشنی بلب سے اور ہوا برقی پنکھے سے آپ کو پہنچ رہی ہے، مگر یہ بلب اور پنکھا اس روشنی اور ہوا پہنچانے میں قطعاً خود مختار نہیں بلکہ ہر آن اس جوڑ (کنکش) کے محتاج ہیں جو تار کے ذریعے پاور ہاؤس کے ساتھ ان کو حاصل ہے، ایک سیکنڈ کے لیے یہ جوڑ ٹوٹ جائے تو نہ بلب آپ کو روشنی دے سکتا ہے، نہ پنکھا ہوا دے سکتا ہے کیونکہ درحقیقت وہ عمل بلب اور پنکھے کا ہے ہی نہیں بلکہ بجلی کی رو کا ہے جو پاور ہاوس سے یہاں پہنچ رہی ہے، انبیاء و اولیاء اور سب فرشتے ہر عمل میں ہر کام میں ہر آن حق تعالیٰ کے محتاج ہیں، اسی کی قدرت و مشیت سے سب کام وجود میں آتے ہیں اگرچہ ظہور اس کا بلب اور پنکھے کی طرح انبیاء و اولیاء کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

اس مثال سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان چیزوں کے صدور اور وجود میں اگرچہ اختیار انبیاء و اولیاء کا نہیں مگر ان کا وجود باوجود ان سے بالکل بے دخل بھی نہیں، جیسے بلب اور پنکھے کے بغیر آپ کو روشنی اور ہوا نہیں پہنچ سکتی، یہ معجزات و کرامات بھی انبیاء و اولیاء کے بغیر نہیں ملتے، اگرچہ یہ فرق ضرور ہے کہ پوری فٹنگ اور کنکشن کے درست ہونے کے باوجود آپ کو بغیر بلب کے روشنی اور بغیر پنکھے کے ہوا کا ملنا عادتاً ناممکن ہے، اور معجزات و کرامات میں حق تعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے بغیر واسطہ کسی پیغمبر و ولی کے بھی اس کا ظہور فرما دیں، مگر عادۃ اللہ یہی ہے کہ ان کا صدور بغیر واسطہ اولیاء و انبیاء کے نہیں ہوتا کیونکہ ایسے خوارقِ عادات کے اظہار سے جو مقصد ہے وہ اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

اس لیے معلوم ہوا کہ عقیدہ تو یہی رکھنا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہو رہا ہے، اس کے ساتھ انبیاء و اولیاء کی عظمت و ضرورت کا بھی اعتراف ضروری ہے، اس کے بغیر رضائے الٰہی اور طاعتِ احکامِ خداوندی سے محروم رہے گا، جس طرح کوئی شخص بلب اور پنکھے کی قدر نہ پہچانے اور ان کو ضائع کر دے تو روشنی اور ہوا سے محروم رہتا ہے۔

وسیلہ، استعانت اور استمداد کے مسئلے میں بکثرت لوگوں کو اشکال رہتا ہے، امید ہے کہ اس تشریح سے اصل حقیقت واضح ہو جائے گی اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ انبیاء واولیاء کو وسیلہ بنانا نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ مطلقاً ناجائز، بلکہ اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے کہ کسی کو مختار مطلق سمجھ کر وسیلہ بنایا جائے تو شرک و حرام ہے اور محض واسطہ اور ذریعہ سمجھ کر کیا جائے تو جائز ہے، اس میں عام طور پر لوگوں میں افراط و تفریط کا عمل نظر آتا ہے۔ (معارف القرآن)

وسیلہ کی حقیقت اور اس کی اقسام:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کی دو صورتیں ہیں:

- نیک اعمال کا وسیلہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کسی نیک عمل کو وسیلہ بنانا۔
- مقدس ہستی کا وسیلہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے کسی نبی، ولی یا نیک بندے کو وسیلہ بنانا۔

اس دوسری قسم سے متعلق اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ بعض صورتوں میں یہ بھی حرام اور شرک کے زمرے تک پہنچ جاتی ہے جیسے یوں کہنا کہ ہم پیر اور بزرگ سے حاجت اور دعا مانگیں گے، پھر وہ اللہ کے مانگیں گے، تو یہ بھی وسیلہ کی ایک قسم ہے جو کہ شرک ہے۔ ذیل میں وسیلہ کی جائز قسم سے متعلق تفصیل ذکر کرنی مقصود ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگی جاتی ہے نہ کہ کسی بزرگ ہستی سے، ملاحظہ فرمائیں:

دعا میں کسی بزرگ ہستی کو وسیلہ بنانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ پیش کرنا بالکل جائز ہے، کہ یوں دعا کی جائے کہ: اے اللہ! حضور اقدس ﷺ کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرما، یا: امام ابو حنیفہ کے طفیل میری حاجت پوری فرما، یا: حکیم الامت تھانوی کے صدقے میرے گناہ معاف فرما۔ ایسا کرنا جائز بلکہ دعا کی قبولیت کے لیے اہمیت بھی رکھتا ہے، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

1۔ چنانچہ ہمارے اکابر دیوبند کی متفقہ کتاب المہند علی المفند میں ہے کہ :

ہمارے اور ہمارے مشایخ کے نزدیک انبیاء، صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسُّل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی جائز ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی۔

2۔ اسی طرح حضرت اقدس مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کرکے ان سے مانگنا تو شرک ہے، مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ : یااللہ ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کردیجیے، یہ شرک نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے :

اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ توسل کیا کرتے تھے تو آپ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرماتے تھے، اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔

اس حدیث سے توسل بالنبی ﷺ اور توسل باولیاء اللہ دونوں ثابت ہوئے، جس شخصیت سے توسل کیا جائے اسے بطورِ شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

3۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

بیشک اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ دعا مانگنا بھی جائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس طرح توسُّل کرے کہ : یا اللہ ! آپ کا فلاں بندہ آپ کا مقبول بندہ ہے، مجھے اس سے محبت ہے اور اس محبت کی بنا پر میں اس کا وسیلہ پیش کر کے آپ سے فلاں چیز مانگتا ہوں، تو اس میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز پر قرآن و سنت سے دلائل موجود ہیں۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی)

البتہ یہ بات تو بالکل ہی واضح ہے کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس جاکر ان سے دعائیں مانگنا، ان سے

حاجتیں مانگنا تو حرام اور کھلی گمراہی بلکہ شرک ہے، وسیلے کی یہ قسم تو شرک ہے، لیکن جس وسیلے کا اوپر ذکر ہوا اس میں اللہ ہی سے حاجتیں مانگیں جاتی ہیں البتہ صرف انبیاء اور اولیاء کا واسطہ دیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو۔

احادیثِ مبارکہ سے وسیلے کی جائز قسم کا ثبوت:

وسیلے کی یہ جائز قسم صحیح احادیث سے ثابت ہے، صرف چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ایک نابینا شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی ٹھیک کر دے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تم چاہو تو اسی پر صبر کر لو، یا چاہو تو آپ کے لیے دعا کر لیتا ہوں۔ تو اس شخص نے کہا کہ: اللہ کے رسول! میرے لیے دعا فرمائیں۔ تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعات نماز پڑھ کر یہ دعا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا عطا فرمائی۔

- مسند احمد میں ہے:

17241- حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، فَقَالَ: «إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ ذَلِكَ، فَهُوَ أَفْضَلُ لِآخِرَتِكَ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ لَكَ»، قَالَ: لَا، بَل ادْعُ اللهَ لِي. فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، وَأَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ يَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي، وَتُشَفِّعُنِي فِيهِ، وَتُشَفِّعُهُ فِيَّ. قَالَ: فَكَانَ يَقُولُ هَذَا مِرَارًا. ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: أَحْسِبُ أَنَّ فِيهَا: أَنْ تُشَفِّعَنِي فِيهِ. قَالَ: فَفَعَلَ الرَّجُلُ، فَبَرَأَ.

- صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

1219- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ: أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا أَتَى

النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، قَالَ: «إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ ذَلِكَ، وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ»، قَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ: فَادْعُهُ، وَقَالَا: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، قَالَ بُنْدَارٌ: فَيُحْسِنُ، وَقَالَا: وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي لِي، اللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ»، زَادَ أَبُو مُوسَى: وَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: ثُمَّ كَأَنَّهُ شَكَّ بَعْدُ فِي: وَشَفِّعْنِي فِيهِ.

2۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ توسّل کیا کرتے تھے تو آپ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرماتے تھے، اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔

1010- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا. قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

وسیلے سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

وسیلہ کی مذکورہ جائز قسم سے متعلق بعض لوگ طرح طرح کے شبہات پیش کرتے ہیں، ذیل میں ان شبہات کے ازالے کے لیے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ وسیلہ جب صحیح دلائل سے ثابت ہے اور یہ اہل السنۃ کا موقف ہے تو اس کو تسلیم کر لینا چاہیے، اس میں عقلی گھوڑے دوڑا کر شبہ نہیں کرنا چاہیے، یہی احادیث پر عمل کرنے کا تقاضا ہے۔

2۔ دعا میں وسیلہ پیش کرنا کوئی ضروری نہیں کہ اس کے بغیر دعا قبول نہ ہوتی ہو، یہ تو اختیاری معاملہ ہے، اگر کوئی اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش نہ بھی کرے تب بھی کوئی حرج نہیں البتہ اپنا نظریہ درست رکھے کہ وسیلہ پیش

کرنا جائز ہے۔

3۔ وسیلے کا مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ بندہ کو اپنا آپ اور اپنے نیک اعمال اس قابل نظر نہیں آتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جا سکیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ کی جا سکے، تو ایسے میں اللہ کی رحمت متوجہ کرنے کے لیے مقدس شخصیات کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے کیوں کہ ان مقدس ہستیوں سے اللہ خصوصی محبت فرماتے ہیں، تو ان کی برکت سے بندے کی حاجتیں پوری ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ گویا وسیلہ پیش کرنے والا اپنی عاجزی اور تواضع کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو کچھ نہیں سمجھتا، بلکہ حقیر سمجھتا ہے، اور یہی بندگی کی معراج ہے، یہی عبدیت کا تقاضا ہے۔ اس پہلو کو دیکھتے ہوئے وسیلہ پیش کرنا ایک بہتر عمل ٹھہرتا ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
15 شوال المکرم 1441ھ/7 جون 2020
03362579499